

تفسير احمد

سُورَةُ الْبَيِّنَاتِ
Ketabton.com

جزء - 30

سوره «البینة» کا تفسیر و ترجمہ

تصنيف: امين الدين « سعیدی - سعيد افغانى »

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سورة البينة

جزء (30)

یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی ہے، اسکی "8" آیتیں ہے

وجه تسمیہ :

اس سورت کو بینہ اس لیے کہا گیا ہے کہ حق تعالیٰ کے فرمان: "لَمْ یَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّىٰ تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ" (البینة: ۱) سے اس کا آغاز ہوا ہے، واضح رہے کہ اس سورت نے، سورۃ الطلاق کے بعد شرف نزول پایا ہے، بینہ کے معنی ہے "روشن دلیل"۔

اس سورت کے تمام نام

اس سورت کے دیگر نام یہ ہیں: "قیامت، لم یکن، القیمة، بلد، الانفکاک و منفکین، البریة، اور لم یکن الذین کفرو" (روح المعانی)

سورة البينة کا سورة القدر سے ربط و مناسبت

اس سورت کا سبب نزول سورہ قدر کے سبب نزول کی طرح ہے "إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ" اگر پوچھا جائے کہ: البینة کا سبب نزول کیا ہے، جواب میں کہیں گے، اس لیے کہ بہت کفر اختیار کرنے والے اور اہل کتاب ان واضح دلائل سے متاثر ہوتے ہیں اور ایمان لاتے ہیں۔

سورة البينة کے الفاظ، آیات اور حروف کی تعداد

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا کہ یہ سورت مدینہ میں نازل ہوئی ہے، البتہ بعض مفسرین کا یہ کہنا ہے کہ یہ سورہ مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے، جبکہ اس سورت کے متن کا مفہوم یہ ظاہر کرتا ہے: کہ یہ سورہ مدینہ میں نازل ہوئی ہوگی، اس لیے کہ اس میں اہل کتاب کا ذکر ہے، اور خاص کر یہ کہ مشرکین سے پہلے اہل کتاب کا ذکر، حالانکہ اہل کتاب سے تنازعہ اور ان کے بارے میں بحث مکہ مکرمہ کی تاریخ میں میں کہیں نہیں ہے، یہ تنازعہ مدینہ منورہ میں شروع ہوا۔

جمع و ترتیب کے لحاظ سے سورہ "البینة" قرآن کریم میں اٹھانوے نمبر پر ہے، جو کہ سورہ "قدر" کے بعد اور سورہ "زلزال" سے پہلے نازل ہوئی ہے۔

ترتیب نزول کے لحاظ سے یہ سورت "100" میں سورت ہے جو سورہ "طلاق" کے بعد اور سورہ "حشر" سے پہلے نازل ہوئی ہے۔
سورہ "البینہ" کا ایک (1) رکوع، آٹھ (8) آیتیں، چورانوے (94) الفاظ اور تین سو ننانوے (399) حروف ہیں، لیکن "فرہنگ نامہ علوم قرآن" کے مطابق اس سورہ کے الفاظ کی تعداد "74" اور اس کے حروف کی تعداد "392" یا "404" بھی بتایا گیا ہے، (مرکز دائرۃ المعارف برزگ اسلامی، (اس کی تفصیل تفسیر احمد سورہ طور میں دیکھیں)۔

سورة البینہ کی فضیلت

سورة البینة کی فضیلت سے متعلق ابی بن کعبؓ سے ایک حدیث مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إن الله أمرني أن أقرأ عليك: لم يكن الذين كفروا قال: وسمانى لك؛ قال "نعم" قال فبکی "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعب سے فرمایا: اللہ عزوجل نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں: "لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا" پڑھ کر سناؤں، ابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: کیا اللہ تعالیٰ نے میرا نام لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں! (اللہ تعالیٰ نے تمہارا نام لیا ہے) اس پر ابی رضی اللہ عنہ (خوشی سے) رونے لگے، (صحیح مسلم)۔

سورة البینة کا سبب نزول

سورہ بینہ کا سبب نزول یا شان نزول کیا ہے؟ اس بارے میں کوئی خاص وجہ نہیں بتائی گئی، لیکن مجموعی طور پر اس سورت میں اہل کتاب (یہود و نصاری) کی سرزنش پر بحث کی گئی ہے، اور یہ جملے: "هُم شُرَّ الْبَرِيَّةِ" اور "هُم خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" کفر اختیار کرنے والے اور ایمان عمل و عمل صالح کرنے والوں کا انجام بتاتے ہیں، خاص طور پر لفظ (الَّذِينَ) اور "اولئک" اور ضمیر "ہم" جو کہ سبب جمع کے صیغے ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اس کا مخاطب کوئی معین شخص نہیں، بلکہ ایک بڑی تعداد ہے۔

سورة البینہ کے مشتملات

یہ سورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی طرف اشارہ کرتی ہے جو سارے جہاں کے لیے رسول ہیں، اور واضح دلائل کے ساتھ اس رسالت کو بیان کیا گیا ہے:

1- مادی وجوہات کی بنا پر بعض لوگوں کا پیغمبر سے اعراض؛ اسی طرح اس سورت میں جو عظیم نکتہ بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ تمام انبیاء کی دعوت انبیائے کرام کو ایک بنیاد فراہم کرتی ہے، اور ایک اصول تشکیل دیتی ہے، وہ بنیادی اور اصول ہے توحید: اسی طرح اس سورت میں اہل

کتاب اور مشرکین کی اسلام کے خلاف مختلف مزاحمتوں اور خلاف ورزیوں کا ذکر ہوا ہے، اس سورت کے ایک اور حصے میں اہل کتاب اور مشرکین کے اسلام کے خلاف مختلف موقف بیان کیے گئے ہیں، جو لوگ ایمان لائے اور اعمال صالح کیے وہ بہترین مخلوق ہیں اور لوگ جو کفر، شرک اور گناہ کی راہ پر چلتے ہیں وہ بدترین مخلوق ہیں۔

2- ایمان کی دعوت، نماز، روزہ، اور "اہل کتاب" یہ اصطلاح قرآن عظیم

میں اکیس مرتبہ ذکر ہوئی ہے، اور ان میں سے بہت سی آیات میں "اہل کتاب" کی اصطلاح مشرکین کے مقابلے استعمال ہوئی ہے، جو ان دونوں گروہوں کے تصورات کے درمیان تصادم کی علامت ہے، قرآن کریم نے اپنے بہت سے احکام میں دونوں گروہوں کا الگ الگ تعارف کرایا ہے، مثال کے طور پر سورہ توبہ کی آیت "5" میں ہم پڑھتے ہیں: "فَاَقْتُلُوا

الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَأَحْضُرُوهُمْ وَأَعِدُّوا لَهُمْ كُلَّ مَرَدِدٍ ۖ فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝" (سورہ توبہ آیت: 5)

"مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو اور انہیں پکڑو اور انہیں گھیرو اور ان کے لیے ہرگھات کی جگہ بیٹھو، اور اگر وہ توبہ کر لیں، نماز قائم کریں، زکاۃ دیں تو پھر ان کا راستہ چھوڑ دو، بیشک اللہ بے حد بخشنے والا، نہایت رحم والا ہے۔"

قرآن کریم خاص طور پر اہل کتاب کا حکم بیان کرتا ہے، جب تک وہ ہتھیار نہ ڈال دیں اور جزیہ دینے پر آمادہ نہ ہوں تو ان کا قتل جائز ہے، اور اگر وہ ہتھیار ڈال دیں یا جزیہ دے دیں تو بخش دیا جائے گا: "قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ

وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَن يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ۝" (سورہ توبہ: 29) (لڑو ان لوگوں سے جو نہ اللہ

پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ یوم آخرت پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول نے حرام کی ہیں، اور نہ دین حق کو اختیار کرتے ہیں، ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دی گئی ہے، یہاں تک کہ وہ ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ ماتحت ہوں)۔

دنیا میں اسلام کے علاوہ دو آسمانی ادیان ہیں، اور یقینی طور پر اور علماء اسلام کی اتفاق رائے سے ان کا شمار اہل کتاب میں ہو گا، ان سے مراد: یہودی اور عیسائی ہیں، قرآن کریم نے ان دونوں مذاہب کے اہل کتاب ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور کہا ہے: "أَنْ تَقُولُوا إِنَّمَا أُنزِلَ الْكِتَابُ عَلٰى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۗ"

وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ لَغَفِيلِينَ ﴿١٥٦﴾ " (سورہ انعام : 156) (ایسا نہ ہو کہ تم کھو کہ کتاب تو صرف ان دو گروہوں پر اتاری گئی جو ہم سے پہلے تھے اور بیشک ہم ان کے پڑھنے سے یقیناً بے خبر تھے۔"

اگر ہم قرآنی آیات کو غور سے دیکھیں جو اہل کتاب کے بارے میں بیان کی گئی ہیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ قرآن عظیم نے اہل کتاب کو چار طبقوں میں تقسیم کیا ہے:

1 - وہ ہے جنہوں نے اسلام کی حقیقت کو جان لیا، لیکن اس کو ماننے سے انکار کر دیا، ان قسم کے اہل کتاب مکمل طور پر قرآن کی سرزنش کی زد میں آئے ہیں، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ : اس انکار کی وجہ کیا ہے، یہ خود غرضانہ خواہش ہو سکتی ہے جیسے طاقت، دولت، ہو س یا نفسانی خواہش کے علاوہ کچھ اور، قرآن نے ہر حالت میں اس کی مذمت کی ہے۔

2 - اہل کتاب میں سے وہ لوگ ہیں جنہیں اسلام کی حقیقت نہیں ملی، لیکن قرآن نے ان کی مذمت کی ہے، کیونکہ ان لوگوں نے انسانی اخلاقیات کو پامال کیا ہے، انہوں نے جان بوجھ کر توحید کو نقصان پہنچایا ہے، اسلام سے دشمنی کی ہے، پیغمبر اور مؤمنوں کو ستایا ہے، اور یہاں تک کہ یہ لوگ ان لوگوں میں سے تھے جن کے اعمال کی اسلام سے پہلے مذمت کی گئی تھی، کیونکہ انہوں نے اپنی کتاب میں تحریف کی تھی اور اپنے پیغمبروں کو قتل کیا تھا۔

3 - وہ لوگ ہیں جنہوں نے قرآن کی حقیقت کو پہچان لیا، اور دین اسلام کو قبول کر لیا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مانا، یہ وہ لوگ ہیں جو ہدایت کو پہنچ چکے ہیں : (آیت 20 آل عمران) "فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوْا" ﴿١١٠﴾ "یا سورہ آل عمران آیت 110" میں فرماتا ہے : "وَأَمَّنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ" ﴿١١٠﴾۔"

4 - وہ لوگ ہیں جو باوقار اور بااخلاق ہیں، اگرچہ وہ اسلام کی حقیقت سے ناواقف ہیں، قرآن کو عزت اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، یہ لوگ زندگی بھر انسانی قوانین کے پابند رہتے ہیں، وہ خدا پر یقین رکھتے ہیں اور ان کی زندگی خدا تعالیٰ سے وابستہ ہے، اور وہ لوگ قیامت اور فیصلے کے دن پر قائم ہیں، تمام وہ معیارات جو قرآن سے حاصل کئے گئے ہیں، ان سے آج کے زمانے کے اہل کتاب کے بارے میں بھی فیصلہ کرنا ممکن ہے، اور یہ جاننا بھی ممکن ہے کہ کون قابل احترام ہے اور کون قابل مذمت ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام ماضی کے ادیان کا ناسخ ہے، اور یہ ناسخیت مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں سے ہے، اور واضح دلائل کے ساتھ ثابت ہے، اگر بعض آیات میں اہل کتاب کی تعریف کی گئی ہے اور ان پر احسان کیا گیا ہے، تو یہ اس بات کی علامت نہیں ہے کہ ان کا دین اسلام سے افضل ہے، بلکہ یہ فضل ان وجوہات اور صفات میں سے ہے جو اسلام کی صداقت اور ناسخیت سے متصادم نہیں ہے۔

دین اسلام میں اہل کتاب کو مشرکوں سے بالکل مختلف نظر سے دیکھا جاتا ہے، ان میں سے ہر ایک کے لیے الگ الگ الفاظ کا استعمال ہوتا ہے، تمام اہل کتاب کو کبھی مشرک کے برابر نہیں ٹھہرایا گیا، البتہ اہل کتاب میں سے صرف چند لوگ اپنے غلط اعمال اور عقائد کی وجہ سے مشرکوں کے برابر قرار دیے گئے ہیں۔

قرآن کی بہت سی آیات جن میں یہودیوں، عیسائیوں اور صابیوں کے نام آئے ہیں، ان سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے؛ لہذا ان آیات کا حکم ہر دور میں تمام اہل کتاب کے لیے نہیں ہے، لیکن جو دلائل دیے گئے ہیں ان میں محتاط رہنا چاہیے اور ان دلائل کی بنیاد پر فیصلہ کرنا چاہیے کہ آج کے اہل کتاب کافر ہیں یا نہیں؟ اور قرآن کے مطابق ان کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ پیغمبر کے زمانے کے اکثر اہل کتاب جو پیغمبر کے ساتھ آمنے سامنے تھے وہ اس طرح تھے: دور حاضر کے اہل کتاب کے بارے میں قرآن کے عمومی نقطہ نظر کو جانچنے کے لیے تمام قرآنی آیات اور ان میں مذکور شواہد پر توجہ دینی چاہیے اور ان کی بنیاد پر فیصلہ کرنا چاہیے۔

بہت سے معاملات میں، قرآن کریم مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان باہم مشترکہ معاملات پر زور دیتا ہے: مثال کے طور پر فرماتا ہے: "يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا

إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ" (سورہ آل عمران: 64)، " وَقُولُوا آمَنَّا بِالَّذِي أُنزِلَ إِلَيْنَا وَأُنزِلَ

إِلَيْكُمْ وَالْهَذَا وَالْهُكْمُ وَاحِدٌ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ" (سورہ عنکبوت: 46)، اور ان امور

کو مد نظر رکھ کر دور حاضر کے اہل کتاب سے معاملات کرنے چاہیے۔ اہل کتاب کے لیے ان عقائد کو دوبارہ پڑھنا مسلمانوں اور اہل کتاب کی آراء کے درمیان صحیح اور مربوط تعلق کی تشکیل کا ایک اہم ترین عنصر بن سکتا ہے، اور یہ مسلمانوں اور اہل کتاب کے درمیان ربط و تعلق پیدا کر سکتا ہے، اور ایک طرح سے یہ غیر مسلموں کے ساتھ فکری برابری کو پھیلاتا ہے۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة البينة

لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۱ رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا
صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ فِيهَا كُتِبَ قِيمَةٌ ۝۳ وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۝۴
وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝۵ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ
الْقِيَمَةِ ۝۶ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۝۷ أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ
الْبَرِيَّةِ ۝۸ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۝۹ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝۱۰ جَزَاءُ هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ
تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝۱۱ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۝۱۲ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝۱۳

سورت کا ترجمہ

| | |
|--|---|
| بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ | شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے |
| لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝۱ | وہ لوگ جنہوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے |
| رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُوا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ | اللہ کی طرف سے ایک رسول جو (ان پر) پاک صحیفے پڑھ کر سناتے ہیں |
| فِيهَا كُتِبَ قِيمَةٌ ۝۳ | جن میں لکھے ہوئے مضبوط احکام ہیں |
| وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۝۴ | اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آگئی |
| وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۝۵ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ ۝۶ | اور انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے |

| | |
|---|---|
| <p>اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں</p> | <p>إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۝ أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝</p> |
| <p>جو لوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے، وہ یقیناً بہترین مخلوق ہیں</p> | <p>إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۝ أُولَئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝</p> |
| <p>ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے، یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا</p> | <p>جَزَاءُ لَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۝ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۝ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝</p> |

سورت کی تفسیر

اس سورت کے تحت ذیل کی مبارک آیات میں موضوعات: واضح دلیل اور مجازات کے مقابلے میں ذمہ داری، انذار (حق کا پیغام پہنچانا اور داعی کاپسندیدہ ہونا) کفر اختیار کرنے والوں کو دھمکی اور نیک لوگوں کو خوشخبری ہے۔

| | |
|--|---|
| <p>وہ لوگ جنہوں نے اہل کتاب اور مشرکین میں سے کفر کیا، باز آنے والے نہ تھے، یہاں تک کہ ان کے پاس کھلی دلیل آئے</p> | <p>لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ مُنْفَكِّينَ حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ ۝</p> |
|--|---|

"مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ" یعنی: یہود و نصاریٰ، "الْمُشْرِكِينَ" وہ تمام لوگ جو بت، آگ یا اس جیسی چیزوں کی عبادت کرتے تھے، اور ان کے پاس کتاب بھی نہ تھی، "مُنْفَكِّينَ" اپنے رویے کو چھوڑنے والے نہ تھے، "حَتَّى تَأْتِيَهُمُ الْبَيِّنَةُ" یہاں تک کہ آئے ان کے پاس واضح دلیل اور وہ دلیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی لائی ہوئی کتاب قرآن ہے، "الْبَيِّنَةُ" ایک واضح دلیل کہ جس سے حق و باطل ایک دوسرے سے ظاہر ہو کر الگ ہو جائیں۔

اس سورت مبارکہ میں وضاحت اور صراحت کے ساتھ نہیں کہا کہ انہوں نے کچھ بھی نہیں چھوڑا جو وہ کر رہے تھے، لیکن واضح ہے کہ اس سے مراد وہ کفر اور گمراہی ہے جس پر وہ اس وقت تھے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس قرآن لائے البتہ ان کی اس گمراہی اور شرک کو بیان کیا ہے جس پر زمانہ جاہلیت سے قائم تھے، پیغمبر ان لوگوں کے لیے قرآن

لائے اور انہیں ایمان کی دعوت دی، ان میں سے کچھ ایمان لائے اور ہدایت یافتہ ہو گئے، پس اللہ تعالیٰ نے ان کو گمراہی اور جہالت سے بچالیا، اگرچہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے اپنے کفر سے باز نہ آئے تھے، یہ آیت مبارکہ مشرکین اور اہل کتاب کے دو ایمان لانے والے گروہ ہوں کے بارے میں بحث کرتی ہے۔

بعض مفسرین نے اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ اس آیت کی دو طرح سے تشریح کی جاسکتی ہے، ایک تفسیر کے مطابق یہ آیت مبارکہ اہل کتاب اور مشرکین کی بے وفائی اور بددیانتی کے بارے میں ہے، اور دوسری تفسیر کے مطابق اس سے مراد ان پر اتمام حجت کی تکمیل ہے، کفار کا دعویٰ یہ تھا کہ جب تک ہمارے سامنے کوئی واضح دلیل نہ آئے ہم اپنے راستے پر قائم رہیں گے، اور اپنے مذہبی عقائد سے دستبردار نہیں ہوں گے، لیکن واضح، صاف اور منطقی دلیل آنے کے بعد بھی وہ اپنے راستے پر قائم رہے، اور چند ایک کے علاوہ باقی ایمان نہ لائے، اس مضمون کی یہی تفہیم سورہ بقرہ کی آیت "89" میں بھی بیان کی گئی ہے کہ ظہور اسلام سے پہلے وہ ایک نبی کے آنے کے منتظر تھے، اور اپنے لوگوں کو اس کی نوید سناتے تھے، لیکن جب "فلما جاءهم ما عرفوا كفروا" (مگر جب آئی ان کے پاس وہ چیز جسے وہ پہچانتے تھے) اسے انہوں نے نہیں مانا اور اس کی مخالفت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔

یہ بات یاد رکھیں کہ : لوگوں سے توقع نہ رکھیں کہ وہ بغیر کسی واضح دلیل کے اپنے عقائد اور طریقے ترک کر دیں گے، اسی طرح اس ضمن میں یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ: اتمام حجت اور ثبوت مکمل ہونے پر کفار و مشرکین ایک دوسرے سے الگ نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی طرف چاہے کفار ہوں یا مشرکین دلیل بھیج کر حجت مکمل کر دی ہے۔

| | |
|---|---|
| اللہ کی طرف سے ایک رسول جو (ان پر) پاک صحیفے پڑھ کر سناتے ہیں | رَسُولٌ مِّنَ اللَّهِ يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً ۝۲ |
|---|---|

ایک پیغمبر اللہ کی طرف سے ان کی طرف بھیجا جائے اور (آجائے) پاک صحیفے (ان پر) پڑھ کر سنائے، جو شرک، جھوٹ، شیطان اور جن وانس کی مداخلت سے پاک ہوں، "يَتْلُو صُحُفًا مُّطَهَّرَةً" یعنی یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشانی اور علامت ہے کہ وہ پاک صحیفوں کی تلاوت کرتا ہے، یعنی: جو کچھ قرآن کے صحیفوں میں ہے اپنے دل و دماغ کے حافظے سے نہیں، بلکہ کتاب سے پڑھتا ہے۔

قرطبی نے کہا ہے: یعنی وہ پتوں پر لکھے ہوئے مضمون پڑھتا ہے، وہ اسے یاد سے پڑھتا ہے نہ کہ دیکھ کر یا لکھے ہوئے سے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم امی تھے، پڑھنا لکھنا نہیں جانتے تھے (تفسیر قرطبی: 142/29) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "مُطَهَّرَةٌ" یعنی یہ جھوٹ، باطل، شک، نفاق اور گمراہی سے پاک اور منزہ ہیں، قتادہ نے کہا: یعنی باطل سے پاک اور منزہ ہیں، (تفسیر قرطبی: 142/29)، "رَسُولٌ مِنَ اللَّهِ" محمد اللہ کے رسول، "صُفْحًا مُطَهَّرَةً" باطل سے پاک اور صاف صحیفے، یہ "بَيِّنَةٌ" ایسا رسول اور پیغمبر جو اللہ کی طرف سے بھیجا گیا تھا، کہ وہ باقاعدگی سے پاک اور صاف صحیفے اور پیغام پڑھے۔

لغت کے اعتبار سے صحیفے لکھے ہوئے اوراق کو کہتے ہیں، لیکن قرآن عظیم میں یہ لفظ اصطلاح کے طور پر ان کتابوں کے لیے استعمال ہوا ہے جو پیغمبروں پر نازل ہوئی ہیں، اور خالص صحیفے سے مراد وہ صحیفے ہیں جو ہر قسم کے جھوٹ، ہر قسم کی گمراہی اور ہر قسم کی اخلاقی آلودگی سے پاک ہوں۔

تفہیم القرآن کے مفسر لکھتے ہیں: کہ اس موضوع کی پوری اہمیت اس وقت شروع ہوتی ہے جب کوئی شخص قرآن مقدس کے ساتھ ساتھ دیگر مذاہب کی کتابوں کا بھی مطالعہ کرتا ہے اور ان میں موجود مضامین جو کہ حقیقت اور عقل دونوں کے خلاف ہیں، اور اخلاقیات کے لحاظ سے انتہائی نچلے درجہ میں قرار پاتے ہیں، ان کے مطالعہ کے بعد جب انسان قرآن پڑھتا ہے تو سمجھ لیتا ہے قرآن کتنی پاکیزہ اور عظمت والی کتاب ہے (تفہیم القرآن)۔

| | |
|--------------------------|----------------------------------|
| فِيهَا كُتِبَ قِيَمَةٌ ۝ | جن میں لکھے ہوئے مضبوط احکام ہیں |
|--------------------------|----------------------------------|

ان میں لکھے ہوئے پختہ، راست اور درست احکام ہیں، یعنی: ان صحیفوں میں ایسی آیات اور احکام ہیں جو حق اور انصاف کی بات کرتے ہیں، وہ احکام جو حق کو باطل سے جدا کرتے ہیں اور ہدایت اور بھلائی کی طرف لوگوں کی رہنمائی کرتے ہیں: کہ یہ حسی طور پر بھی پاکیزہ ہے، یعنی پاک انسان ہی اسے چھوس سکتا ہے، اور روحانی، لفظی اور معنی کے لحاظ سے بھی مطہر اور پاک ہیں۔

عالم مفسر احمد بن محمد صاوی لکھتے ہیں: "صحف" سے مراد وہ اوراق ہیں جن پر قرآن لکھا گیا ہے، اور "کتب" سے مراد وہ احکام ہیں جو ان میں لکھے گئے اور قائم ہیں، اس لیے فرمایا: "كُتِبَ قِيَمَةٌ" کیونکہ قرآن تمام پہلی کتابوں کا ثمر خلاصہ اور نتیجہ ہے، (حاشیة الصاوی علی تفسیر الجلالین: 342/4)۔

"قِيَمَةٌ" یعنی: درست ، سیدھا، مضبوط اور قائم کہ جس میں حق سے کوئی کجی یا انحراف نہیں ہے، بلکہ جو کچھ اس میں ہے وہ راستی ، ہدایت اور حکمت ہے، "كُتِبَ قِيَمَةٌ" سے مراد وہ صحیفے اور منصوبے ہیں جو وقت گزرنے کے باوجود اعتبار سے محروم نہیں ہوئے، اپنی طاقت اور اصلیت سے محروم نہیں ہوئے، لیکن بدقسمتی سے اہل کتاب اس مقدس کتاب کے شرف نزول پانے کے بعد بھی ایمان نہیں لائے اور اسے انہوں نے جھٹلایا۔

| | |
|---|--|
| اور وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی، جدا جدا نہیں ہوئے مگر اس کے بعد کہ ان کے پاس کھلی دلیل آگئی | وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ ۝ |
|---|--|

اور جن لوگوں کو کتاب دی گئی وہ منتشر نہیں ہوئے ، یہاں تک کہ آگئی ان پر وہی ظاہر کرنے والی، یعنی وہ لوگ حق کے واضح ہونے اور راہ حق کے ظاہر ہونے ، یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے بعد انہوں نے سچے دین کے معاملے میں آپس میں اختلاف کیا، اور کچھ ان پر ایمان لائے اور کچھ کافر ہوئے، جب کہ ان کا فرض تھا کہ خدا کے دین اور اس کے نبی کے پیروی کرتے (جو کہ تصدیق کرنے والا ہے ان کی کتابوں کا) اور ایک ہی طریقے اور راستے پر قائم رہے، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا اور کتاب مقدس نازل ہوئی تو انہوں نے ایک دم اپنا موقف بدل لیا اور خدا کے دین میں اختلاف کرنے لگے۔

مفسر ابوسعود نے اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں کہا ہے کہ: یہ آیت خاص طور پر اہل کتاب کی سرزنش کرتی ہے اور ان کے جرائم کو سخت اور سنگین بتاتی ہے، اور وہ یہ کہ ان کا اختلاف حالات کے واضح ہونے اور ہر قسم کے عذر اور بہانے ختم ہونے کے بعد ہوا ہے۔

"وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ" اہل کتاب یہودی اور عیسائی منتشر نہیں ہوئے ، "

إِلَّا مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَةُ" مگر بعد اس کے کہ واضح ثبوت یعنی محمد اور اللہ کی کتاب ان کے پاس آئی ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے یہودی کہتے تھے، ایک پیغمبر نبی آخر الزمان کے نام سے ظاہر ہوگا، اہل کتاب میں اس نبی کے ظہور پر اتفاق تھا، لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوا تو یہ دو گروہوں میں بٹ گئے: ایک گروہ آپ کی نبوت پر ایمان لایا اور آپ کا پیروکار بنا، جیسے: عبداللہ بن سلام اور اس کے ساتھی، اور دوسرے گروہ نے کفر کیا اور بینہ کو قبول نہیں کیا، اور اپنی گمراہی اور ضد و عناد کی وجہ سے تقسیم ہو گئے۔

اس موقع پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی اور اطمینان کے لیے بھی ہے، یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کی تقسیم آپ کو غمزدہ نہ کرے، کیونکہ اس تفرقہ کی اصل منشأ اور دلیل ثبوت کی کمی نہیں، بلکہ اس کی اصل وجہ ضدو عناد ہے جو کہ اہل کتاب کی ایک پرانی عادت ہے۔

حدیث مبارک میں آیا ہے کہ: یہودی ایکہتر (۷۱) فرقوں میں اور عیسائی بہتر (۷۲) فرقوں میں بٹ گئے تھے، عنقریب میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں بٹ جائے گی، وہ سب کے سب جہنم میں ہوں گے سوائے ایک فرقہ کے، صحابہ کرام نے عرض کی: یا رسول اللہ! وہ ایک فرقہ کونسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہوں گے جو میرے اور میرے صحابہ کے نقش قدم پر ہوں گے۔

| | |
|---|---|
| اور انہیں اس کے سوا حکم نہیں دیا گیا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، اس حال میں کہ اس کے لیے دین کو خالص کرنے والے، ایک طرف ہونے والے ہوں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور یہی مضبوط دین ہے | وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ حُنْفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ۝ |
|---|---|

"وَمَا أُمِرُوا" انہیں حکم نہیں دیا گیا تھا سوائے اس کے کہ اللہ کی عبادت کریں، اللہ عبادت کے لیے واسطہ نہیں چاہتا، چاہے یہ واسطہ بت ہو یا فرشتہ یا انسان، "مُخْلِصِينَ" اخلاص کے ساتھ، صرف میرے (اللہ) کے لیے "حُنْفَاء" انہوں نے تمام ادیان کو چھوڑ کر اسلام کی طرف رجوع کیا، توحید کے دین اور اکیلے اللہ کی عبادت، خالص اور سچا دین، بغیر کسی واسطے کے، "دِينُ الْقَيِّمَةِ" صحیح اور درست دین، قیمتی دین، "يُقِيمُوا الصَّلَاةَ" نماز اس طریقے سے ادا کریں، جس طرح خدا نے ان کو حکم دیا ہے، یعنی نمازوں کے اوقات میں، ان کے آداب اور ارکان کا لحاظ کرتے ہوئے کہ: تمام ادیان میں یہ حکم موجود تھا، (اللہ کے حق کے طور پر)، "يُؤْتُوا الزَّكَاةَ" یعنی: وہ مالی زکوٰۃ جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرض کی ہے، چاہیے کہ وہ مال غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ادا کریں (لوگوں کے حقوق کے طور پر) وہ دین جو سچا، مستحکم اور سیدھا ہو اور بندے کو خدا کی رضا کی طرف لے جائے اور اللہ کے غضب سے دور رکھے، یہی خالص دین اسلام ہے، "وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ" اور یہی مضبوط دین ہے، یعنی وہ دین جو اخلاص کے ساتھ خدا کی عبادت کرنے اس کے علاوہ کے تمام باطل معبودوں کو چھوڑنے، نمازوں کو ان کے اوقات

میں ادا کرنے، اور محتاج بندوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا پیغام دیتا ہے، یہ خدا کا واحد مضبوط اور مستحکم دین ہے۔

| | |
|--|---|
| اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں | إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۝ أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۝۶ |
|--|---|

بلاشبہ مشرکین میں سے جن لوگوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے بعد کفر کیا، اور ان کے ساتھ ساتھ مشرکین بھی بالآخر جہنم کی آگ میں ہوں گے، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، نہ اس سے نکل سکیں گے، اور نہ اس میں مریں گے، یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں، یعنی: یہ خدا کے پیدا کی ہوئی بدترین مخلوق ہے، کیونکہ انہوں نے حسد اور سرکشی کی بنا پر حق کو چھوڑا ہے۔

"إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا" جنہوں نے اسلام، پیغمبر اسلام اور کتاب کا انکار کیا، وہ یہودی اور عیسائی ہیں، "أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ" وہی بدترین مخلوق ہیں، اگر اس تعبیر پر کہ "وہ بدترین مخلوق ہیں" توجہ دیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ ایک انتہائی چونکا دینے والی تعبیر ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام جاندار اور غیر جاندار مخلوقات میں سے مردود تر اور زیادہ حقیر ان لوگوں سے زیادہ کوئی نہیں ہے، جنہوں نے حق کو واضح ہونے اور دلیل کے مکمل ہونے کے بعد سیدھا راستہ چھوڑ کر گمراہی میں قدم رکھا۔

امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں: اگر سوال کیا جائے کہ کافروں کے لیے، فعل کا صیغہ "كَفَرُوا" اور بت پرستوں کے لیے اسم فاعل "وَالْمُشْرِكِينَ" کا جملہ کیوں استعمال ہوا ہے؟ تو جواب میں کھاجائے گا: تا کہ یاد دہانی ہو جائے کہ اہل کتاب شروع میں کافر نہیں تھے، بعثت سے قبل نبی کی تصدیق کرتے تھے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے کے معترف تھے، لیکن بعد میں وہ بعثت کا انکار کرنے لگے، جبکہ ان کے برعکس مشرکین ابتدا ہی سے بتوں کی پوجا کرتے تھے، قیامت اور حشر کے دن کا انکار کرتے تھے۔

"أُولَئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ" کا فرمان، حصر کا معنی دیتا ہے، چونکہ وہ چوروں سے بدتر ہیں، اس لیے انہوں نے اللہ کی کتاب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت کو چھپایا، اور وہ ڈاکوؤں اور رہزنوں سے بدتر ہیں، کیونکہ حق کے راستے کو مخلوق خدا پر بند کر دیا (تفسیر کبیر: 49/31)۔

اگر کوئی انسان اللہ تعالیٰ کا محبوب اور پسندیدہ بننا چاہتا ہے تو اس کو چاہیے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اس صحیح فرمان کے مطابق عمل کرے،

جس میں بیان ہوا ہے کہ ایک دن ایک آدمی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر عرض کی کہ: " يَا رَسُولَ اللَّهِ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا أَنَا عَمِلْتُهُ أَحَبَّنِي اللَّهُ وَأَحَبَّنِي النَّاسُ؟ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ: أَزْهَدُ فِي الدُّنْيَا يُحِبُّكَ اللَّهُ، وَازْهَدُ فِيمَا فِي أَيْدِي النَّاسِ يُحِبُّكَ النَّاسُ " [ابن ماجہ: 4102] حکم البانی : حسن.

"اے اللہ کے رسول! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیں جسے میں کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھ سے محبت کرے، اور لوگ بھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دنیا سے بے رغبتی رکھو، اللہ تمہیں محبوب رکھے گا، اور جو کچھ لوگوں کے پاس ہے اس سے بے نیاز ہو جاؤ، تو لوگ تم سے محبت کریں گے" اس لیے اگر ہم اللہ کے پیارے بننا چاہتے ہیں تو دنیا ہمارے دلوں میں بسنی نہیں چاہیے: " وَلَا تَتَسَّ نَصِيبَكَ مِنَ الدُّنْيَا " (سورہ قصص: 77) "اور اپنا حصہ دنیا سے نہ بھول۔"

اس آیت مبارکہ میں "اہل کتاب" کو مشرکین پر مقدم رکھنے کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ انکے پاس آسمانی کتاب، علماء، اور مذہبی رہنما موجود تھے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی نشانیوں کا ذکر بھی ان کی کتابوں میں واضح طور پر موجود تھا، اس لیے ان کی طرف سے محمدؐ کی مخالفت اور بھی بدتر ہے۔

اور "شَرُّ الْبَرِيَّةِ" سے مراد وہ لوگ ہیں جو اسلام کے منکر ہیں، (اگرچہ اہل کتاب میں سے ہوں یا مشرکین میں سے) اس آیت مبارکہ میں أشقیاء یعنی بدبختوں کے گروہ کا ذکر ہے، درج ذیل آیت میں نیک لوگوں کے مقام و مرتبہ کا تذکرہ ہے جیسا کہ فرمایا:

| | |
|--|--|
| جولوگ ایمان لے آئے اور نیک عمل کیے، وہ یقیناً بہترین مخلوق ہیں | إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۖ أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ، ۝ |
|--|--|

یعنی: وہ لوگ جو سچے دل سے ایمان لائے اور خلوص دل سے عملی عبادت کی، تو یہ بہترین لوگ اور سب سے افضل مخلوق ہیں، جو لوگ اللہ اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور خلوص کے ساتھ رب تعالیٰ کی عبادت کی، نماز قائم کی، زکوٰۃ ادا کی، اور اللہ تعالیٰ کے امر اور نہی پر عمل کیا تو پھر یہ لوگ: "أُولَٰئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ" وہ بہترین مخلوقات میں سے ہے۔ یعنی تمام اعمال صالحہ میں سرفہرست نماز کی صورت میں اللہ سے تعلق کی اصلاح، اور زکوٰۃ کی ادائیگی کی صورت میں مخلوق کے ساتھ تعلق کی اصلاح، اگر یہ دونوں اقدام صحیح طریقے سے کیے جائیں تو باقی اعمال صالحہ میں آسانی ہوگی، کیونکہ بقیہ اعمال صالحہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ انسان

کے تعلق کو استوار کرنے اور مضبوط کرنے کی سمت میں ہیں جو نماز پڑھنے کے وقار اور مرتبے میں رکھے گئے ہیں یہ آیت کسی خاص شخص کو مخاطب نہیں کرتی، بلکہ جمع کا صیغہ آیا ہے کہ اس سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کرتے ہیں (یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور دیگر دینی احکام کی پابندی کرتے ہیں اور ممنوعات سے اجتناب کرتے ہیں) وہ اللہ تعالیٰ کے بہترین مخلوقات میں سے ہیں، یعنی: بہت سے لوگ جو اسلام جیسے مقدس دین، قرآن کریم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں، اور پھر نیک عمل کرتے ہیں، وہ ان شاء اللہ "حَيْرُ الْبَرِيَّةِ" کا حصہ ہیں۔

عالم اسلام کے مشہور مفسر امام ابن کثیر رحمہ اللہ دو آیات "6 اور 7" کی تفسیر میں فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ حق سے منہ موڑنے والوں کے انجام کی خبر دیتا ہے، اہل کتاب منکرین اور مشرکین میں سے جو اللہ کی کتاب، قرآن اور اس کے بھیجے ہوئے انبیاء کی مخالفت کرتے ہیں، ان کا ٹھکانہ قیامت کے دن ابدی آگ جہنم ہے، یعنی وہ اس میں رہیں گے اور وہاں سے نہیں نکلیں گے، اور ان سے جہنم کی آگ نہیں ہٹائی جائے گی، اور یہ خدا کی مخلوقات میں بدترین مخلوق ہیں، پھر اللہ تعالیٰ صالحین اور ابرار کی حالت سے آگاہ فرماتا ہے، جو دل سے ایمان لائے ہیں، اور وہ اپنے اعضاء کے ساتھ نیک اعمال انجام دیتے ہیں، تو وہ بہترین مخلوق ہیں۔

نیز مفسر اسلام امام طبری رحمۃ اللہ علیہ آیت: "6 اور 7" کی تفسیر میں فرماتے ہیں؛ جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور آپ کی نبوت کا انکار کیا، یہود، مشرکین، اور عیسائیوں میں سے وہ سب "فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا" ہمیشہ جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس سے کبھی نہیں نکلیں گے،

اور کبھی بھی ان کو موت نہیں آئے گی، "حَيْرُ الْبَرِيَّةِ" احادیث نبوی میں: اس جملے "حَيْرُ الْبَرِيَّةِ" کی مثال کے بارے میں محدثین نے متعدد احادیث نقل کی ہیں: ان میں سے ایک حدیث کی سند صحیح ہے، جبکہ دوسری احادیث کی اسناد ضعیف ہیں، یا ان پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، اس سلسلے میں جو صحیح حدیث نقل کی گئی ہے وہ ہے جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ کہا: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ! فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَلِكَ إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ" صحیح مسلم (4367)۔ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور کہا: "يَا خَيْرَ الْبَرِيَّةِ"

اے مخلوقات میں سے بہترین انسان! "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ تو ابراہیم علیہ السلام ہیں" (یعنی یہ ان کا لقب ہے) یہ حدیث صحیح ہے، امام مسلم کے علاوہ بہت سے محدثین نے اسے روایت کیا ہے، جیسے سنن أبی داؤد: (4672) اور علامہ البانی اسے اپنی "صحیح أبی داؤد" میں لائے ہیں، اور سنن ترمذی میں لائے ہیں، اور مسند احمد میں (12361 اور 12440) اور معجم الأوسط طبرانی (1436) اور "مسند ابی یعلی الموصلی: (3842) امام بیہقی نے بھی "دلائل النبوة" میں اسے نقل کیا ہے (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات تواضع کی دلیل ہے)۔

| | |
|--|--|
| ان کا بدلہ ان کے رب کے ہاں ہمیشہ رہنے والے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اس سے راضی ہو گئے، یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈر گیا | <p>جَزَاؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۖ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ۚ ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ ۝</p> |
|--|--|

"جَزَاؤُهُمْ" ان کا تحفہ جنت ہے، جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، "جَنَّاتُ عَدْنٍ" ایسے باغات جہاں قیام مستقل ہے، "عَدْنٍ" دائمی اور مستقل رہائش، ابدی، "رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ" اور ثواب اور بدلہ کی وجہ سے وہ بھی اللہ سے راضی ہیں، جنت کے باغوں کے درختوں کے نیچے بہتی نہریں ہیں جو ہموار اور ہر طرف بغیر بار کے بہتی ہیں اور ہر طرف پھیلی ہوئی ہیں۔

جنت میں چار نہریں بہتی ہیں :

- 1 - پانی
- 2 - دودھ
- 3 - شہد
- 4 - صاف مشروب

جنت میں کسی کو کوئی رنج و غم، پریشانی، بیماری نہیں ہوگی، اور ہر شخص یہ محسوس کرے گا کہ وہ بہترین نعمتوں میں ہے، کوئی حسد، بغض اور کینہ موجود نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ جنت والوں پر نعمت پوری کرنے کے بعد انہیں بلائے گا۔ اور فرمائے گا: کیا تم راضی ہو؟ جنتی جواب دیں گے: ہاں ہم مطمئن اور راضی ہیں (1) اللہ تعالیٰ کہے گا: میں بھی تم سے راضی ہوں اور رب کے چہرے سے پردہ ہٹ جائے گا، (2) اور جنتی لوگ، اللہ تعالیٰ کو چودھویں کے چاند کی طرح دیکھیں گے، (3) یہ ان لوگوں کا اجر ہے جو اللہ سے ڈرتے تھے، اور اس کی اس طرح عبادت کرتے تھے گویا کہ وہ اسے دیکھتے

ہیں اور گناہ نہیں کرتے تھے، اگر مجموعی طور پر ہم سورۃ البینۃ کی تفسیر پر توجہ دیں، جیسا کہ ہم نے شروع میں کہاتھا، یہ سورہ زیادہ تر اہل کتاب کی مذمت اور سرزنش کرتی ہے، اہل کتاب میں سے وہ لوگ جو سورۃ البینۃ کے نزول کے بعد اپنے دین اور مذہب پر قائم رہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا، انہیں بدترین مخلوق کہا اور ان میں سے جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کو بہترین مخلوق قرار دیا۔ اس سورہ مبارکہ کی آخری آیت مؤمنین کی دائمی، ابدی اور ہمیشہ رہنے والی درج ذیل چار صفات کی طرف اشارہ کرتی ہے:

الف: خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ہونا۔

ب: جَنَّاتُ عَدْنٍ، (ہمیشہ کی جنتیں) جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہیں۔

ج: ان کی ابدیت اس پر امن جگہ پر۔

د: خدا تعالیٰ ان سے راضی اور وہ اس کی نہایت مہربانی اور عمومی رحمت سے راضی (توبہ: 72)، (رعد: 23)، (نحل: 31)۔

مذکورہ احادیث کا اختتامیہ

1 - "إِنَّ اللَّهَ يَقُولُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ: يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ، فَيَقُولُونَ: لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَسَعْدَيْكَ وَالْحَيُّ فِي يَدَيْكَ، فَيَقُولُ:

هَلْ رَضِيتُمْ؟ فَيَقُولُونَ: وَمَا لَنَا لَا نَرْضَى يَا رَبِّ وَقَدْ أُعْطِينَا مَا لَمْ نُعْطِ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ، فَيَقُولُ:

أَلَا أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذَلِكَ، فَيَقُولُونَ: يَا رَبِّ وَأَيُّ شَيْءٍ أَفْضَلُ مِنْ ذَلِكَ، فَيَقُولُ: أَجَلٌ عَلَيْكُمْ

رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا" (بخاری: 6549 اور 7518) (ومسلم:

2829)۔ "اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا کہ اے جنت والو! جنتی جواب

دیں گے ہم حاضر ہیں اے ہمارے پروردگار! تیری سعادت حاصل کرنے

کے لیے، اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا اب تم لوگ خوش ہوئے؟ وہ کہیں گے

کیا اب بھی بھلا ہم راضی نہ ہوں گے، کیونکہ اب تو، تونے ہمیں وہ

سب کچھ دے دیا، جو اپنی مخلوق میں سے کسی کو نہیں دیا، اللہ تعالیٰ

فرمائے گا کہ میں تمہیں اس سے بھی بہتر چیز دوں گا، جنتی کہیں گے

اے رب! اس سے بہتر اور کیا چیز ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب

میں تمہارے لیے اپنی رضامندی کو ہمیشہ کے لیے دائمی کردوں گا یعنی

اس کے بعد کبھی تم پر ناراض نہیں ہوں گا"۔

2 - "إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ، يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى: تُرِيدُونَ شَيْئًا أَزِيدُكُمْ؟ فَيَقُولُونَ: أَلَمْ

تُبَيِّضْ وُجُوهَنَا؟ أَلَمْ تَدْخِلْنَا الْجَنَّةَ، وَتُنَجِّنَا مِنَ النَّارِ؟ قَالَ: فَيَكْشِفُ الْحِجَابَ، فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا

أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ النَّظَرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ" (مسلم: 181) ترجمہ: "جب جنت والے

جنت میں داخل ہو جائیں گے، (اس وقت) اللہ تبارک و تعالیٰ فرمائے گا تمہیں کوئی چیز چاہیے جو تمہیں مزید عطا کر دوں؟ وہ جواب دیں گے: کیا تو نے ہمارے چہرے روشن نہیں کیے! کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور دوزخ سے نجات نہیں دی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "چنانچہ اس پر اللہ تعالیٰ پردہ اٹھائے گا تو انہیں کوئی چیز ایسی عطا نہیں ہوئی ہوگی جو انہیں اپنی رب عزوجل کے دیدار سے زیادہ محبوب ہو۔"

3 - "كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ، فَنَظَرْنَا إِلَى الْقَبْرِ لَيْلَةً - يَعْنِي الْبَدَدَ - فَقَالَ: إِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ، كَمَا تَرَوْنَ هَذَا الْقَبْرَ، لَا تُضَامُونَ فِي رُؤْيَيْهِ، فَإِنْ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ لَا تُغْلَبُوا عَلَى صَلَاةٍ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوبِهَا فَافْعَلُوا. ثُمَّ قَرَأَ: " وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوبِ " [ق: 39]،

[بخاری: 554 و 573 و 4851 و 7434 و 7436 مسلم: 633] . "ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں موجود تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو، اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہوگی، پس اگر تو ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور غروب سے پہلی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ، ترجمہ: "پس اپنے مالک کی حمد و تسبیح کر سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے" ، (اور نماز قائم کرو)۔

اے ہمارے پروردگار! ہمارے دلوں کو شک و شبہ سے پاک کر، ہماری آنکھوں کو روشن کر دے اور ہماری بصارت کو اتنا بڑھادے کہ ہم تیرے سوا کسی اور کی خواہش نہ کریں اور تیرے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ آمین یا رب العالمین۔ -

خشیت کیا ہے؟

"خشیت" اس ڈر اور خوف کو کہا جاتا ہے، جو تعظیم اور عظمت کی بنیاد پر ہو، "خشیت" حقیقی سعادت اور ربندگی کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کا معیار ہے، جو اس صفت سے محروم رہے گا وہ گناہ اور عصیاں سے باز نہیں آئے گا، اور اسی میں گم ہو جائے گا، (روح المعانی)۔

اس مبارک آیت میں واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ جنت اہل خشیت کے لیے ہے،

"ذَلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهُ" ایک اور آیت کہتی ہے: کہ صرف علماء اہل خشیت میں سے

ہیں، "إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ" ○ پس جنت علماء کے لیے ہے، دوسری

طرف ہم جانتے ہیں کہ تمام علماء اور اہل علم جنتی نہیں ہیں، کیونکہ قرآن کریم نے اہل جہنم کی اکثریت ان لوگوں کو کھاہے جو علم و معرفت کے بعد گمراہ ہو گئے تھے "وَأَضَلَّهُ اللَّهُ عَلَىٰ عِلْمٍ" (سورہ جائیہ: 23) اور یہ بھی کہ تمام ناخواندہ اور اُن پڑھ لوگ جہنمی نہیں ہیں، پس وہ علم جو "خشیت" کا سبب بنتا ہے، وہ جنت میں لے جانے کا بھی سبب بنے گا، یہ اصطلاحی علم نہیں ہے، بلکہ اس کا مطلب فطری اور الہی فہم ہے جو دل کی روشنی کا سبب بنے۔

محبت اور خوف سے اللہ کی عبادت کرنا

بعض صوفیا مسلمان کہتے ہیں کہ ہم صرف اللہ کی محبت کے لیے عبادت میں مشغول ہیں، یہ عقیدہ عموماً گمراہ صوفیاء کے منہج سے آیا ہے، اور یہ طریقہ خود ساختہ ہے، کوئی شک نہیں ہے کہ خدا کی محبت سب سے بڑا درجہ ہے عبادت کے درجات میں، لیکن مکمل عبادت نہیں ہے، اہل سنت کا منہج یہ ہے کہ خدا کی عبادت، محبت، خوف، امید اور ڈر پر مبنی ہو (رجاء اور خشیت) اور تمام عبادت کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً" (سورہ اعراف: 55). ترجمہ: "اپنے رب کو پکارو گڑگڑاتے ہوئے اور چپکے چپکے"۔

اور اپنے انبیاء کے بارے میں فرمایا: "إِنَّهُمْ كَانُوا يُسِرُّ عُونَ فِي الْحَيَاتِ وَيَدْعُونَ نَارَ غَيِّبًا وَرَهَبًا" (سورہ انبیاء: 90) "یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ ڈھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے ساتھ پکارتے تھے، اور ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے"، اور فرمایا: "يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ" (سورہ نحل: 50) ترجمہ: "اپنے رب سے جو ان کے اوپر ہے، ڈرتے ہیں اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسی کے مطابق کام کرتے ہیں" اسی طرح کی دیگر آیتیں جو اس بارے میں نازل ہوئی ہیں۔

کافر اور مشرک کے درمیان فرق

لغوی اصطلاح میں لفظ "کافر" کَفَرَ سے ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے "ڈھانپنا"؛ چونکہ "کافر" یعنی ڈھانپنے والا، ایمان کی حقیقت کو اپنے باطل عقیدے سے ڈھانپتا ہے، اس لیے اسے کافر کہا جاتا ہے، لغوی اصطلاح میں: مشرک کا لفظ "شُرک" سے ماخوذ ہے، کیونکہ ایک مشرک آدمی کسی دوسرے کو خدا کی عبادت میں شریک کرتا ہے۔

امام نووی صحیح مسلم کی شرح میں کہتے ہیں: مشرک اور کافر کے ایک معنی بھی ہوسکتے ہیں، اور دو الگ الگ معنی بھی ممکن ہیں، شرک خدا کی

عبادت کرنے کے ساتھ ساتھ بتوں یا دوسری مخلوقات کی عبادت کرنا بھی ہے، جیسے کفار قریش، پس یہاں کفر کا معنی زیادہ عام ہے بہ نسبت شرک کے۔

کفر کی دو قسمیں ہیں

1 - چھوٹا کفر جیسے مسلمان سے لڑائی کرنا، اگرچہ اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا جاتا ہے، لیکن یہ مسلمان کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "سبب المسلم فسوق وقتاله کفر" (مؤمن کو گالم گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے) چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان سے جنگ کو کفر قرار دیا، لیکن یہ کفر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا۔

2 - بڑا کفر، جیسے احکام الہی کا انکار کرنا وغیرہ، یہ کفر انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔

شرک بھی دو قسم کا ہوتا ہے:

1 - چھوٹا شرک جیسے: دین میں ریا اور دکھلاوا، لیکن ریا کار اسلام کے دائرے سے خارج نہیں ہوتا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "انَّ أَخْوَفَ مَا

أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكَ الْأَصْغَرَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ: وَمَا الشِّرْكَ الْأَصْغَرُ قَالَ: الرِّيَاءُ" (روایت احمد رقم 27742) ترجمہ: درحقیقت جس چیز کا مجھے تم لوگوں پر سب سے زیادہ ڈر ہے وہ شرک "اصغر" ہے، انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! شرک اصغر کیا ہے؟ فرمایا: ریا اور دکھلاوا۔

2 - شرک اکبر جیسے اللہ کے ساتھ بتوں اور دیگر مخلوقات کی عبادت کرنا، کہ یہ شرک انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے، یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک کافر مشرک ہے، اور ایک مشرک کافر، کیونکہ رب تعالیٰ قرآن کریم میں اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) کو کافر کہہ کر فرماتے ہیں: "إِنَّ الَّذِينَ

كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَالْمُشْرِكِينَ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا ۗ أُولَٰئِكَ هُمْ شَرُّ الْبَرِيَّةِ ۗ" (بینہ : 6) ترجمہ: "اہل کتاب اور مشرکین میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، وہ جہنم کی آگ میں ہوں گے، اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی لوگ بدترین مخلوق ہیں"

اور سورہ توبہ انہیں مشرک کہا گیا ہے: "وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزَّىٰ ابْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصَارَى الْمَسِيحُ ابْنُ اللَّهِ ۗ ذَٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ ۗ يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ ۗ قَاتَلَهُمُ اللَّهُ ۗ أَلِيٌّ يُؤْفَكُونَ ۗ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۗ وَمَا أُمْرًا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا ۗ لَآ إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۗ سُبْحٰنَهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۗ" (سورہ توبہ: 30 - 31)

ترجمہ: " اور یہود کہتے ہیں کہ عزیر خدا کے بیٹے ہیں اور عیسائی کہتے ہیں مسیح خدا کے بیٹے ہیں، یہ ان کے منہ کی باتیں ہیں پہلے کافر بھی اسی طرح کی باتیں کہا کرتے تھے، یہ بھی انہیں کی ریس کرنے لگے ہیں، خدا ان کو ہلاک کرے یہ کہاں بہکے پھرتے ہیں، انہوں نے اپنے علماء اور مشائخ اور مسیح ابن مریم کو اللہ کے سوا خدا بنالیا، حالانکہ ان کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ خدائے واحد کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور وہ ان لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔"

پس مشرک کافر ہے، کیونکہ مشرک نے بھی خدا کی حقانیت اور وحدانیت کو شرک سے ڈھانپ دیا ہے، اور ایک کافر مشرک ہے، کیونکہ اس نے اپنے مزاج، خواہش اور ضمیر کو خدا بنالیا ہے، اور خدا کے بجائے اس کی عبادت کرتا ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "أَفَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ.... (سورة الجاثية: ۳۳) ترجمہ: "بھلا تم نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو معبود بنا رکھا ہے۔"

تو اس کے نتیجے میں، جو شخص جان بوجھ کر لوگوں کے لیے حلال کو حرام یا حرام کو حلال بناتا ہے درحقیقت وہ کافر بھی ہے اور مشرک بھی۔
نواقض اسلام کیا ہے؟ :

اول: سب سے پہلے خدائے واحد کی عبادت میں شریک ٹھہرانا، اور اس کے لیے شریک مان لینا: رب تعالیٰ فرماتے ہیں: "مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ ۖ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ" (سورة المائدة: 72).

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں شرک میں سے ایک مُردوں سے دعا مانگنا اور ان سے مدد طلب کرنا بھی ہے، اسی طرح ان کے لیے نذر ماننا، ذبح کرنا اور قربانی کرنا بھی ہے۔

دوم: دوسرا وہ شخص جو اپنے اور خدا کے درمیان (وسیلہ) واسطہ بنائے، اور اس ثالث سے کچھ مانگے، (یعنی اپنی دعا اس ثالث کی طرف متوجہ کر دے) اور اس سے شفاعت طلب کرے، اور اس پر بھروسہ کرے، علماء و مشائخ کا اجماع اس کے کفر پر ہے۔

سوم: تیسرا وہ جو مشرکوں کو کافر نہ سمجھے، یا ان مشرکوں کے کفر میں اس کو شک و شبہ ہو، یا ان مشرکوں کے مذہب کو صحیح جانے وہ کافر ہے۔

چوتھا: یا کسی کا یہ ماننا ہو کہ اللہ کے رسول کے علاوہ کسی دوسرے کی ہدایت اور احکامات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی رہنمائی اور

احکامات سے بہتر ہیں، یا یوں کہے: اللہ کے رسول کے علاوہ کسی دوسرے کا حکم اور فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فیصلہ سے بہتر ہے، ایسے لوگوں کی طرح جو طواغیت کے حکم اور فیصلہ (کسی ملک کے غیر شرعی قوانین) کو شرعی اور دینی قوانین پر ترجیح دیتے ہیں، یہ سب کے سب کافر ہیں۔

پانچواں: وہ شخص جس کو کسی ایسی چیز سے نفرت ہو، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امت اسلامیہ کے لیے انسانی رہنمائی، فیصلے اور قرآن و سنت کے احکام کے لحاظ سے لائے ہوں، اگرچہ وہ اس حکم پر عمل کرتا ہو، لیکن اگر وہ اس سے نفرت کرتا ہے، تو پھر بھی وہ کافروں میں شامل ہے، خداتعالیٰ فرماتا ہے: "ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأَحْبَطُ أَعْمَالَهُمْ" (سورہ محمد: 9) (یہ اس لیے کہ بیشک انہوں نے اس چیز کو ناپسند کیا جو اللہ نے نازل کی تو اس نے ان کے اعمال ضائع کر دیے)۔

چھٹا: جو کوئی دین اسلام کے کسی حکم یا شعار کا مذاق اڑائے اور تمسخر کرے، وہ دین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے لائے ہیں، یا اس کے ثواب، اجر اور نیکی اور بدلہ، جزا و سزا، عذاب کا انکار کرے، اس کی دلیل رب تعالیٰ کا یہ قول ہے: "وَلَيْنُ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ" قُلْ يَا لِلَّهِ وَإِيَّاهُ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِئُونَ ﴿٦٥﴾ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنَّ تَعَفُّ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبُ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا مُجْرِمِينَ ﴿٦٦﴾" (التوبہ: 65-66) ترجمہ: "اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ کہیں گے ہم تو باتیں بنا رہے تھے اور کھیل رہے تھے تو آپ (ان سے) کہہ دو کیا تم اللہ اور اس کی آیات اور اس کے رسول کے ساتھ مذاق کر رہے تھے؟ (65) بھانے مت بناؤ، بیشک تم نے اپنے ایمان کے بعد کفر کیا۔"

ساتواں: جادو اور سحر اور اس میں جو کچھ شامل ہے، دوسروں تک پھیلانا، اور اس پر عمل کرنے والا یا اس پر راضی ہونے والا وہ کافر ہو گیا، اس کی دلیل رب تعالیٰ کا یہ قول ہے: "وَمَا يَعْلَمِينَ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَ إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرُوا" (سورہ بقرہ: 102) (حالانکہ وہ دونوں کسی کو نہیں سکھاتے تھے، یہاں تک کہ کہتے کہ ہم تو محض ایک آزمائش ہیں سو تو کفر نہ کر)۔

آٹھواں: مشرکوں کی پشت پناہی اور مسلمانوں کے خلاف ان کی مدد کرنا، اس کی دلیل رب تعالیٰ کا فرمان ہے: "وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ" (سورہ المائدہ: 51) (اور تم میں سے جو انہیں دوست بنائے گا تو یقیناً وہ ان میں سے ہے، بیشک اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا)۔

نواں: جو شخص یہ مانتا ہو کہ کچھ بزرگ شریعت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین سے انحراف کر سکتے ہیں وہ شخص کافر ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے: "وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ" (وہو فی الآخرۃ من الخسرین ۸۵) " (سورہ آل عمران: 85) (اور جو اسلام کے علاوہ کوئی اور دین تلاش کرے تو وہ اس سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں خسارہ اٹھائے والوں میں سے ہوگا)۔

دسواں: خدا کے دین سے منہ موڑنا اور اعراض کرنا، اسلام کو نہ سیکھنا، اور اس پر عمل نہ کرنا، اس کی دلیل رب کا یہ فرمان ہے: "وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا" (إِثْمًا مِنَ الْمُجْرِمِينَ مُتَّقِبُونَ ۲۲) " (سورہ السجدہ: 22) (اور اس سے بڑا ظالم کون ہے جسے اس کے رب کی آیات کے ساتھ نصیحت کی گئی، پھر اس نے ان سے منہ پھیر لیا، یقیناً ہم مجرموں سے انتقام لینے والے ہیں)۔

ان تمام قسم کی مخالفتوں میں مبتلا کسی شخص کے سنجیدہ ہونے یا مذاق کرنے یا ان مخالفتوں کے انجام سے ڈرنے وغیرہ سے کوئی فرق نہیں پڑتا، سوائے اس شخص کے جو مُکْرَه یعنی اس کے کرنے پر مجبور کیا گیا ہو، حالانکہ وہ اس برے عمل اور نافرمانی کرنے پر راضی نہ ہو، یہ سب خطرناک چیزیں ہیں جن میں لوگ ممکن ہے کہ مبتلا ہو جائیں، اس لیے ہر مسلمان کے لیے لازمی ہے کہ ان سے خود کو بچائے، اور ان گناہوں میں مبتلا ہونے سے ڈرے ان سے اجتناب کرے اور ان سے دوری اختیار کرے۔

انسانی قوانین کو خدائی قوانین پر مقدم اور اس سے بہتر جاننا

ہم نے چوتھے ناقض میں بعض مسائل پر بحث کی ہے، لیکن میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس موضوع کی وضاحت کے لیے درج ذیل اضافہ شامل کر دوں، کوئی بھی شخص یہ مانتا ہو کہ ملک کے ریاستی اور سرکاری قوانین جو کہ انسانوں کے بنائے ہوئے ہیں، یہ الٰہی اور آسمانی قوانین سے بہتر ہیں، یا یوں کہے کہ اسلام کا حکم "20" بیسویں صدی کے لیے ناقابل موزوں ہے، یا یوں کہے کہ قانون الٰہی (دین اسلام) نقصان کا سبب ہے اور ترقی میں رکاوٹ ہے، اور بیسویں صدی کے مسلمانوں کی پسماندگی کا سبب ہے، یا یوں کہے کہ دین اسلام صرف خدا اور بندے کے درمیان واسطہ اور رابطہ کا ذریعہ ہے، زندگی کے دیگر معاملات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، پس جس کسی کا یہ عقیدہ ہو وہ کافر ہے۔

جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ چور کا ہاتھ کاٹنا اور کسی شادی شدہ زانی عورت یا مرد کو سنگسار کرنا موجودہ دور کے لیے ناقابل قبول ہے وہ بھی

کافر ہے، اس لیے کہ وہ اللہ کے کلام کے مقابلے میں انسانوں کے کلام کو ترجیح دیتا ہے اور اسے بہتر سمجھتا ہے، چنانچہ اس کا یہ دعویٰ باطل ہے اور کفر کا باعث ہے۔

جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خرید و فروخت اور سزاؤں کے معاملات میں حکم خداوندی کو چھوڑ کر علاوہ کسی اور طریقے پر فیصلہ کرنا جائز ہے، وہ کافر ہے، اگرچہ وہ یہ نہ مانے کہ یہ حکم خدا کے حکم سے بہتر ہے، کیونکہ اس عمل اور عقیدے کی رو سے (مسلمانوں کے اجماع کے مطابق) اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے، اسے وہ حلال سمجھتا ہے، اور ایسا کام کرتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اور اس کی حرمت واضح اور ظاہر ہے، جیسے: زنا، شراب نوشی، سود، قضاء اور قانون الہی کے علاوہ پر حکم کرنا، مسلمانوں کے اجماع کی رو سے وہ شخص کافر ہے (عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز)۔

لہذا جو بھی مذکورہ بالا صورتوں میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے، البتہ ایک اہم نکتہ مد نظر رکھنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر کوئی اسلام کے خلاف ورزی کرنے والے کام کا ارتکاب کرے تو فوراً اس کی تکفیر نہیں کرنی چاہیے، بلکہ تکفیر کے اصول و ضوابط ہیں، اس میں جلد بازی نہیں کرنی چاہیے، کہ لوگوں کی فوری تکفیر کرنے لگے، ہم ذیل میں تکفیر کی شرائط کا جائزہ لیں گے۔

تکفیر کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے، اور جس شخص کے اسلام کے متعلق یقین حاصل ہو تو ہم شک کی بنیاد پر اس سے اسلام نہیں چھین سکتے، جب تک کہ اس میں تکفیر کے شرائط مکمل نہ ہو چکی ہوں، اور اس کی رکاوٹیں نہ ہٹائی گئی ہوں۔

مطلب یہ ہے کہ ایک مسلمان کا فرض یہ ہے کہ وہ بصیرت اور علم کے ساتھ دوسروں کو خدا کی طرف بلائے، کسی کو بھی لوگوں کی تقدیر کا فیصلہ کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ہے؛ لہذا جو کوئی اپنی زبان سے شہادتین کہتا ہے اور ان کے تقاضوں کے مطابق عمل کرتا ہے، ظاہراً اس پر اسلام اور مسلمان ہونے کا حکم ہوتا ہے، جب تک کہ اس نے کوئی ایسا عمل یا قول نہ کیا ہو جو اسے دائرہ اسلام سے خارج کر دے، تب تک اسے خارج کرنا جائز نہیں، اس بات پر قرآن و سنت سے بھی واضح دلائل موجود ہیں، اور اس امت کے سلف صالحین کا بھی اس پر اجماع ہے۔

1- ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "أَيُّمَا أَمْرٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرٌ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ" (جس نے اپنے بھائی سے کہا: اے کافر! تو دونوں میں سے ایک (کفر کے)

اس (نسبت) کے ساتھ لوٹے گا، اگر وہ ایسا ہی ہے جس طرح اس نے کہا (توٹھیک) ورنہ یہ اس (کھنے والے) پر لوٹ آئے گا۔

2- ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: " مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْكَفْرِ أَوْ قَالَ عَدُوَّ اللَّهِ وَلَيْسَ كَذَلِكَ إِلَّا حَارَّ عَلَيْهِ " (اور جس

شخص نے کسی کو کافر کہہ کر پکارا یا اللہ کا دشمن کہا، حالانکہ وہ ایسا

نہیں تھا تو یہ (الزام) اس (کھنے والے) کی طرف لوٹ جائے گا)۔

ان آیات اور احادیث کے مطابق جو بھی اپنے مسلمان بھائی کے خلاف بلاوجہ

لفظ "کافر" استعمال کرتا ہے اسے سخت سرزنش کی گئی ہے، اور اسے اللہ

کے بارے میں بغیر علم کے بات کرنے پر سخت تنبیہ کی گئی ہے۔

تکفیر سے دوری کے بارے میں سلف کے چند اقوال

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں: " درحقیقت قبول کرنا، حرام کرنا، ثواب

دینا، سزا دینا، تکفیر کرنا، اور فاسق قرار دینا یہ خدا اور اس کے رسول کا حق

ہے، کسی اور کو ایسا حکم لگانے کا حق نہیں ہے، لوگوں کو چاہیے کہ وہ

عمل کریں جسے خدا اور اس کے رسول نے فرض کیا ہے، اور جو کچھ خدا

اور اس کے رسول نے حرام گردانا ہے اسے حرام سمجھیں، خدا اور اس

کے رسول جو کچھ بتایا ہے اس کی تصدیق کریں۔ "

آیات، احادیث اور سلف صالحین کے کلام سے ہم پر واضح ہوتا ہے کہ تکفیر

شرعی احکام میں سے ہے، جس کا حکم قرآن اور سنت نبوی ﷺ کی طرف

لوٹنا ہے، اور سلف صالحین کا منہج بھی یہی ہے، یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے

اجتہاد، یا اپنی سوچ اور گمان سے یا صرف اپنی عقل کے فیصلے سے کسی

کی تکفیر کرے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: ایک مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس معاملے میں

بغیر علم، معلومات اور قرآن و سنت کی دلیل کے بغیر بات نہ کرے، کیونکہ

کسی کو اسلام میں داخل کرنا یا خارج کرنا یہ دین کے سب سے برے امور میں

سے ہے، اور اس معاملے میں ہمارے لیے دین کے دیگر امور کی طرح

خدا اور رسول کافی ہیں، اس لیے عام طور پر اس مسئلے میں حکم دینا دین

کے واضح احکام میں سے ایک ہے، توہم پر واجب ہے کہ خدا اور اس

کے رسول کی پیروی کریں، اور بدعت کی ایجاد سے اجتناب کریں۔

تکفیر کے ضابطے، یا قوانین

واضح ثبوت کے بغیر مسلمانوں کی تکفیر کے معاملے کی حرمت بیان کرنے

کے بعد اب ہمیں تکفیر کے اصول جاننے کی ضرورت ہے۔

اس معاملے میں ہمیں دو اہم اور بنیادی اصولوں کا علم ہونا چاہیے

1- وہ شخص جس نے کوئی ایسی بات کہی یا عمل کیا جو قرآن و سنت کے

نصوص کے مطابق کفر ہے ، لیکن موانع کی موجودگی اور شرائط نہ ہونے کی وجہ سے اس کی تکفیر کا حکم جاری نہیں کیا جائے گا، اس لیے اگر کسی مسلمان سے کوئی کفریہ قول یا عمل سرزد ہو جائے تو حجت قائم کرنے اور شک و شبہ دور کرنے کے بغیر اس کی تکفیر کا حکم صادر نہیں ہوگا اور وہ شخص اسلام کے دائرے سے خارج نہیں ہوگا۔

اہل بدعت میں سے ، خوارج ، روافض ، قدریہ اور جہمیہ نے اس قاعدے کی مخالفت کی ہے اور وہ حجت قائم کیے بغیر اور شبہ دور کیے بغیر تکفیر کرتے ہیں، بلکہ اپنے مخالفین کو کسی قول یا کفریہ عمل کے سرزد ہوئے بغیر تکفیر کر دیتے ہیں۔

2- یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا گناہ جسے کفر کہا جاتا ہے کسی شخص کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتا، کیونکہ کفر کی دو قسمیں ہیں، کفر اصغر اور کفر اکبر، اس لیے بعض گناہوں کو کفر کہا جاتا ہے ، لیکن ساتھ ہی یہ کسی شخص کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے ، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: " اِثْنَتَانِ فِي النَّاسِ هُمَا بِهِمْ كُفْرٌ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالنِّيَاحَةُ عَلَى الْهَيْتِ " (لوگوں میں دو باتیں ہیں، وہ دونوں ان میں کفر (کی بقیہ عادتیں) ہیں: (کسی کے) نسب پر طعن کرنا اور میت پر نوحہ کرنا)۔

اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے کہ یہ دونوں کبیرہ گناہ آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج نہیں کرتے، بلکہ کفر ڈون کفر یا کفر اصغر ہیں ، ان دو اصولوں اور دلائل کے بعد جو اس بارے میں ذکر کیے گئے اب لازمی ہے کہ وہ شروط اور موانع جو علماء نے اس بارے میں ذکر کیے ہیں جان لیں۔

تکفیر کی شروط اور موانع

تکفیر کی شرائط کو قرآن و سنت پر پرکھنے اور تحقیق کرنے سے اور اسلام کے نصوص کو مد نظر رکھنے سے ذیل کی صورتیں بنتی ہیں۔

1- اس سے کفر آمیز عمل یا قول سرزد ہو جائے ، خواہ وہ اسلام کا دعویٰ کرے۔

2- حق کی وضاحت اور اس کے شبہ کو دور کرنے کے لیے اس کے پاس حجت اور دلیل پہنچ چکی ہو، اگر یہ حجت اہل علم اور صاحب رائے کا قول ہو تو اس کے پاس ثابت شدہ ہو۔

3- بالغ اور عاقل ہو۔

4- نو مسلم ہونے کی وجہ سے لاعلمی کا عذر نہ ہو۔

5- مجبور نہ کیا گیا ہو۔

6- صحرامیں رہنے کی وجہ سے علم اور اہل علم سے دور اور بے خبر نہ ہو

حکم تکفیر کے موانع

تکفیر کی شرائط جاننے کے ساتھ موانع تکفیر بھی جاننا ضروری ہے جو کہ مندرجہ ذیل ہیں:

- 1- جو بات قولی یا عملی کفر کا سبب بنتی ہے وہ اس میں ظاہر نہ ہو۔
 - 2- اس پر کوئی دلیل اور حجت قائم نہ ہوئی ہو، اب یاتو اس کے بلوغ تک نہ پہنچنے کہ وجہ سے، یا اس کے دل میں شبہ کی موجودگی کی وجہ سے یا اسلامی ملک سے دوری کے سبب لا علمی کا شکار ہو۔
 - 3- بچہ، پاگل یا ایسا بوڑھا نہ ہو کہ جو نہیں جانتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے۔
 - 4- اس چیز سے لاعلمی جن کی وجہ سے حجت قائم کی جاتی ہے، جیسے کہ اہل علم میں سے کوئی شخص نہ پایا جائے جو اسے دلیل و حجت فراہم کرے، یا یہ اپنے اس کفر سے معذور ہو، جیسے: وہ شخص جو صحرا میں رہتا ہو یا ابھی مسلمان ہوا ہو اور اسے شریعت کے احکام علم نہ ہو۔
 - 5- کفریہ بات کہنے یا کام کرنے پر مجبور ہونا، جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے: "إِلَّا مَنِ اضْطُرَّ بِالْإِيمَانِ" (سوائے اس کے جسے مجبور کیا جائے، اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہو) یہ صورتیں تکفیر کے چند احکام، شرائط اور موانع ہیں، جنہیں علماء کرام نے بیان کیا ہے، لہذا ان کی پابندی اور ان کو مدنظر رکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے، (اور کسی کی تکفیر میں توقف کرنا ضروری ہے) علم کے بغیر مسلمانوں کے بارے میں حکم لگانے میں اکثر لوگوں کی جلدبازی کی وجہ سے فتویٰ تکفیر لگادیتے ہیں، حالانکہ زمانے میں بہت سے لوگ فتنوں کا شکار اس لیے ہوتے ہیں کہ وہ علماء سے دور ہوتے ہیں یا لاعلمی ہوتی ہے یا ان کے دل میں شک شبہ ہوتا ہے، چنانچہ ان کی تکفیر کرنے میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔
- اس عظیم فتنہ سے بچنے کا راستہ یہ ہے کہ کتاب و سنت کی طرف پلٹ آئیں، اور خدا کی رسی اور قرآن و سنت سے چمٹ جائیں، اور علماء سلف اور مصححین کی پیروی بھی رہنا ہے، عمر بن عبدالعزیز کہتے ہیں: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور گورنروں اور امیروں نے جو روایات قائم کیں، انہیں مضبوطی سے پکڑنا، خدا کی کتاب کی تصدیق کرنا، خدا کی اطاعت کی تکمیل اور خدا کے دین کو مضبوط کرنا ہے، کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اس کو بدلے، اور اس کے مخالف رائے رکھے، جو اس کے ذریعہ ہدایت پاتا ہے وہ ہدایت یافتہ ہے، اور اس کے ذریعے مدد طلب کرتا ہے، اس کی مدد کی جاتی ہے، اور جو اس کی مخالفت کرتا ہے اور غیر کی راہ پر چلتا ہے، خدا نے اس سے منہ موڑ لیا ہے، اور اسے جہنم میں بھیج دے گا، بہت ہی برا انجام ہے۔"

اب اگر کوئی کفر کرے اور شرائط پوری ہو جائیں، اور اموانے بھی نہ ہوں تو اس صورت میں کافر ہوگا، اور اسے توبہ کرنی چاہیے، اور اگر توبہ نہ کرے تو اسے ارتداد کی حد کے طور پر قتل کر دیا جائے گا، اور ان احکام کو اسلامی حکمران کے ذریعہ انجام دیا جائے، شہریوں کے ذریعہ نہیں، اور اگر کوئی شروع سے کافر تھا، اس پر اس ایمان نہیں تھا، تو وہ اصل کافر کہلاتا ہے، مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ دین کا پیغام اس تک پہنچائیں، اور اس کو اللہ تعالیٰ سے آگاہ کریں، باخبر رکھیں، اور اسے جہنم کی آگ سے ڈرائیں، جو اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے تیار کر رکھی ہے، اور دوسری طرف جنت کی نعمتوں کی بشارت دیں، اور نتیجہ اللہ پر چھوڑ دیں، اور اگر وہ ایمان نہ لائے تو اس کے ساتھ کافر جیسا سلوک کیا جائے، مثلاً: مسلمانوں کا حق یہ ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں اور بیویوں کی شادی کافروں سے نہ کریں، اور کافر ورثا کو وراثت میں حصہ نہ دیں وغیرہ۔

صدق اللہ العظیم وصدق رسولہ نبی الکریم

**Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library**